سیرتِ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تابناک گوشے

نصرت علی اثیر

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت عبداللہ بن مبارک نے جب ماں کی گود میں آنکھ کھولی تو گھر میں دولت کی ریل پیل تھی ۔ تربیت اور پرورش شہزادوں کی طرح ہوئی ۔ جوں جوں ہوش سنبھالا اور جوانی میں قدم رکھا اس دولت کی کثرت اور گھر کے لاڈ پیار کے ہاتھوں کچھ زیادہ ہی آزاد ہو گئے ۔ نتیجتہً دولت کا اصراف غلط جگہ ہونے لگا ۔ دولت کو شراب ، سوز و ساز اور یاروں کی محافل میں پانی کی طرح بہایا ۔ لیکن آخر جب اللہ تعالےٰ نے راہ دکھائی اور برائی کی حقیقت سے آشنا ہوئے تو یہی صرفِ دولت جذبہ نیکی کے کاموں میں ظاہر ہوا ۔ پڑھنے کی تڑپ پیدا ہوئی اور دینی ذوق کو جلا ملتی گئی ۔ والدین بھی بیٹے کے سنبھالے سے خوش ہوئے ۔ فوراً والد نے پچاس ہزار درہم دیتے اور کہا بیٹا جاؤ اور تجارت کر کے نفع کماؤ ۔ گئے اور مختلف دور دراز علاقوں میں گھوم پھر کر صحابہ عظام اور تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی علم کے خزانوں کو خرید کر گھر لائے ۔ ابو نے نفع پوچھا تو کہا کہ ابا جان دو جہان کا نفع کما کے لایا ہوں اور حدیث کی کتابوں کے ڈھیر کو اباجان کے سامنے لا کر رکھ دیا ۔ نیا نیا سنبھالا تھا ۔ والد نے خوش ہو کر چار ہزار اور درہم دیتے کہ جاؤ اور اپنے منافع کا اور پورا کرو ۔ یہ ابتدائے کار تھی ۔ تجارت کو پیشہ بنایا اور خوب دلچسپی لے کر ضروریاتِ دنیا کی کفالت کے لئے اسے نبھایا ۔ آپ اپنی تجارت کے مقاصد کی سمت متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

علی بن الفضل فرماتے ہیں :

© rasailojaraid.com

"میں نے اپنے والد سے سنا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ آپ ہمیں تو زہد، تقلل اور قناعت کا حکم دیتے ہیں جبکہ آپکا سرمایہ خراسان سے بلدالحرام تک تجارت میں لگا نظر آتا ہے۔ یہ کیسا تضاد ہے؟ حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ نے فرمایا اے ابوعلی! یہ میں اس لئے کرتا ہوں تاکہ اپنے چہرے کو سوال کے داغ سے محفوظ کر سکوں۔ اور اپنی عزت کو بچا سکوں۔ اور اس سے میں طاعتِ ربّی پر استعانت لیتا ہوں۔ جب بھی اللہ کے حق کو دیکھتا ہوں اس کے لئے سرعت سے کام لیتا ہوں یہاں تک کہ اسکو پورا کرتا ہوں۔ حضرت فضیل نے پھر کہا کہ اے ابن المبارک اگر ایسے ہو تو پھر یہ کس قدر بہتر ہے۔ اور اگر ایسے ہی اس کا انجام ہو"۔ [1]

حبان بن موسیٰ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"لوگ حضرت عبداللہ بن مبارک پر بڑے ناراض ہوتے کہ وہ اپنا مال مختلف شہروں میں بانٹ دیتے ہیں جبکہ اپنے شہر میں سارا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس گروہ کے گھروں کو جانتا ہوں جن کو فضیلت اور صداقت حاصل ہے وہ حدیث کا علم حاصل کرتے ہیں۔ لوگوں نے محتاج لوگوں کی حاجتوں سے علم حدیث کی طلب کو احسن قرار دیا۔ تو آپ نے کہا کہ اگر ہم انہیں چھوڑ دیں تو ان لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ اور اگر ہم ان کی معاونت کریں تو اُمتِ محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم کیلئے علم پھیلے گا۔ اور میں نہیں جانتا کہ نبوّت کے بعد علم کی اشاعت سے بڑھکر کوئی افضل کام ہو"۔ [2]

آپ نے فضیل بن عیاض سے ایک دفعہ کہا:-

"لولاك واصحابك ما اتّجرتُ"

اگر آپ اور آپ کے ساتھی نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔

کردری اس سے آگے لکھتے ہیں:

"وکان ینفق علی الفقراء فی کل سنۃ مائۃ الف"

آپ ہر سال فقراء پر ایک لاکھ کی مالیت خرچ کرتے۔

آپ لوگوں کی عزتِ نفس کا بڑا خیال کرتے تھے۔ عمرو بن حفص صوفی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک مصیصہ کی طرف جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ صوفیاء تھے۔ آپ نے ان سے کہا۔ تمہارا نفس تمہیں خرچ کرنے سے ڈراتا رہتا ہے۔ غلام سے کہا کہ رومال لاؤ، اور اسے بچھوا دیا۔ اس کے اوپر ایک اور رومال بچھوا دیا۔ پھر ان سے کہا آپ سب کے پاس جو کچھ ہے اس رومال کے نیچے والے رومال پر ڈالتے جاؤ۔ ہر آدمی نے جو دس بیس درہم تھے اس میں ڈال دیئے۔ آپ نے مصیصہ کے پورے سفر میں ان پر خرچ کیا۔ وہاں پہنچ کر ان سے کہا یہ علاقہ دوسرا ہے اب بقیہ روپیہ کو باہم تقسیم کرلیں۔ جس میں ہر ایک کو آپ نے بیس بیس دینار دیئے۔ کسی نے کہا اے ابو عبدالرحمن میں نے تو بیس درہم دیئے تھے تو آپ نے کہا کیا تجھے اس بات سے انکار ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے غازی کے نفقہ میں برکت ڈال دی ہو۔[۳]

آپ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد۔ چنانچہ جب کبھی بھی حج پر جاتے تو لوگ آپ کی مصاحبت میں جانے پر مصر ہوتے۔ چنانچہ آپ ان سے ان کے تمام نفقات منگوا لیتے۔ اور انہیں ایک صندوق میں رکھ کر تالہ لگا دیتے۔ جس کے بعد مرو سے بغداد کو روانہ ہو جاتے، راستہ میں ان پر خرچ کرتے، انہیں بہترین کھانا کھلاتے، اور پھر بغداد سے نکلتے تو مدینۃ الرسول تک جاتے جاتے انہیں شاندار اور میٹھے کھانے کھلاتے۔ مدینہ پہنچ کر ہر ایک سے کہتے کہ جو کچھ ان کے گھر والوں نے خریدنے کے لئے کہا ہے، خرید لیں۔ چنانچہ ہر ایک کی چیزیں خرید دیتے۔ پھر اسی طرح مکہ چلتے۔ مکہ پہنچ کر ان کی جملہ حوائج پوری کرتے اور انہیں ان کے اہل وعیال کی فرمائشوں کے مطابق سامان خرید دیتے۔ پھر مکہ سے واپس اسی شان او رجلالت سے واپس مرو پہنچ جاتے۔ تین دن کے بعد آپ ان کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کرتے، ہر ایک کو نیا لباس پہناتے، اور جب سب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو صندوق منگوا کر کھولتے۔ اور ہر ایک کو اس کے نفقہ کی تھیلی جس پر اس کا نام لکھا ہوا ہوتا واپس کر دیتے۔[۴]

مسیّب بن واضح روایت کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس موجود تھا جب آپ

© rasailojaraid.com

سے لوگوں نے ایک آدمی کے سات ہزار درہم کے قرض کو چکانے کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ نے اپنے خزانچی کو لکھا کہ وہ فلاں بن فلاں کو سات ہزار درہم دے۔ جب کاغذ خزانچی کے پاس آیا اور اس نے دیکھا کہ لکھائی کی غلطی سے چودہ ہزار درہم لکھ دیئے گئے ہیں۔ تو کاغذ کو آپ کی طرف واپس بھیجا گیا تاکہ صحیح کر دیں اور اس نے لکھا کہ اگر اس طرح آپ لکھتے رہے تو آپ کی جملہ رقم ضائع ہو جائیگی۔ آپ نے جواب میں لکھا اگر تو میرا خزانچی ہے تو جو کچھ تجھے کہا گیا ہے اسے کر گزر نہیں تو آ اور میری جگہ پر بیٹھ اور میں تیری جگہ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ اور جو کچھ تو کہے گا میں اس کو نافذ کروں گا۔ اس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ابن عباس رض سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی نے مسلمان بھائی کو اچانک خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا" پس میں چاہتا ہوں کہ اسے اچانک فرحت پہ فرحت دوں۔[۵]

ایک دفعہ آپ سے کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے اسے ایک درہم دیا۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ لوگ تو بھنا ہوا گوشت اور حلوہ کھاتے ہیں۔ اس کو تو ایک ٹکڑا بھی کافی تھا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ گمان نہیں کیا کہ یہ سبزی اور روٹی کھاتا ہو گا۔ اگر یہ حلوہ اور گوشت کھاتا ہے تو یہ ایک درہم تو اسے کافی نہیں ہو گا۔ چنانچہ آپ نے کسی لڑکے کو کہا کہ اسے لوٹا لائے اور اسے دس درہم دئیے۔[۶]

محمد بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ آپ اکثر طرسوس جاتے تو رقہ میں ایک دکان پر ٹھہرتے۔ وہاں ایک لڑکا ہوتا جو آپ کے پاس آتا جاتا۔ آپ کی ضروریات پوری کرتا اور آپ اس سے حدیث سنتے۔ ایک دفعہ جب آپ رقہ آئے۔ تو اس جوان کو نہ دیکھا۔ آپ کو جلدی تھی۔ اور آپ لڑائی کے گروہ میں تھے۔ جب آپ غزوہ سے لوٹے اور رقہ آئے تو اس جوان کے بارے پوچھا۔ لوگوں نے بتلایا کہ وہ قرض کی وجہ سے آجکل قید میں ہے۔ آپ نے پوچھا کہ قرض کتنی مالیت میں ہے۔ لوگوں نے کہا دس ہزار درہم آپ اس وقت تک پھر نہ سوتے جب تک کہ اس صاحب مال کا پتہ چلا کر رات ہی میں نہ بلا لیا اور اسے دس ہزار درہم گن کر دے دیئے اور اس سے حلف لیا کہ وہ میری موت تک کسی کو اسکے بارے نہیں بتائے گا۔ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی

اور اس جوان کو رہائی مل گئی - اور اسے پتہ چلا کہ عبداللہ بن مبارک یہاں آئے تھے اور انہوں نے اسے پوچھا تھا - چنانچہ وہ آپ کے پیچھے چل پڑا، یہاں تک کہ رقہ سے دو تین منزلوں کے بعد آپ سے جا ملا - آپ نے کہا کہ آپ کہاں تھے دکان پہ نہیں تھے کہنے لگا ہاں ابو عبدالرحمٰن میں قرض کی وجہ سے قید تھا - آپ نے پوچھا پھر رہائی کیسے ہوئی ہے؟ تو کہنے لگے کوئی آدمی تھا جس نے قرض دے کر مجھے رہا کرا دیا اور میں اسے نہیں جانتا - آپ نے کہا اے جوان اللہ کی حمد و ثنا کر جس نے تیرے قرض کی ادائیگی کی کسی کو توفیق بخشی ہے۔

ایک دفعہ ابو اسامہ آپ کے ہاں آئے - پریشان حالی ان کے چہرے سے ٹپک رہی تھی - لیکن انہوں نے اپنی پریشان حالی کا کوئی ذکر نہ کیا اور واپس چلے گئے - آپ نے اس کی پریشان نظروں سے اس کے درد کا احساس کر لیا اور فوراً چار ہزار درہم کپڑوں کی ایک گٹھڑی اور ایک رقعہ بھیجا - اس رقعہ میں یہ شعر لکھے -

وفتی خلا من مالہ　　ومن المروۃ غیر خال
اعطاک قبل سؤالہ　　وکفاک مکروہ السوال[8]

ایک دفعہ حج کو نکلے - کئی شہروں سے گزرے - آپ کا پرندہ مر گیا تو آپ نے اسے راستے میں مٹی کے ڈھیر پر چھوڑ دیا - آپ کے ساتھی چلتے گئے جبکہ آپ پیچھے رہ گئے - جب آپ کا گزر اس مٹی کے ڈھیر سے ہوا - تو دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکی قریب کے گھر سے نکلی اور اس نے اس مردہ پرندے کو اٹھایا اور اسے لپیٹتے ہوئے تیزی سے گھر کی طرف چل دی - آپ وہاں آئے اور اس لڑکی سے پوچھنے لگے کہ اس کا کیا معاملہ ہے - کہ اس نے ایک مردہ پرندے کو اس حال میں تیزی سے اٹھایا - تو وہ کہنے لگی - میں اور میرا بھائی یہاں رہتے ہیں - ہمارے گھر میں اس چادر کے سوا کوئی چیز نہیں، ہمارے پاس اس ڈھیر پر سے ملنے والی اشیاء کے سوا کوئی کھانے کی چیز نہیں - اور چند دنوں سے ہمارے لئے یہ مردار حلال ہو گئے ہیں - ہمارے والد کے پاس کثیر تعداد میں مال تھا - ان پر ظلم کیا گیا، اور ان سے ان کا مال چھین لیا گیا - اس کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا - حضرت عبداللہ بن مبارک نے ساتھیوں کو واپس مڑنے کا حکم دیا ——— اور اپنے وکیل سے پوچھا کہ آپ کے پاس کس قدر نفقہ باقی ہے - اس نے کہا ایک ہزار دینار -

© rasailojaraid.com

آپ نے اسے کہا کہ ان میں سے بیس دینار گن لو جو کہ ہمیں مرو واپس جانے کے لئے کافی ہو گئے، اور باقی اس لڑکی کو دے دو۔ یہ اس سال ہمارے حج سے افضل ہے۔ اور وہ واپس لوٹ گئے۔ ۹ۓ

اسمٰعیل بن عیاش فرماتے ہیں :

"حضرت عبداللہ بن مبارک کی مثال کوئی نزد کرہ ارض پر نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ کی طرح کا کوئی زیادہ جاننے والا۔ اللہ تعالےٰ نے نیکی کی خصلتوں میں سے جو بھی خصلت بنائی وہ آپ میں موجود تھی اور مجھے میرے ساتھیوں نے بتایا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ مصر سے لیکر مکہ تک کا سفر کیا۔ آپ انہیں کھجور ملاتی اور میدہ سے تیار کی ہوئی مٹھائی کھلاتے جبکہ خود صائم الدھر ہوتے" ۱۰ۓ

تقوای و پرہیز گاری

آپ حد درجہ متقی، پاکباز، پارسا اور پرہیز گار تھے۔ ہر معاملہ میں خوف آخرت اور خوف خدا اُن کے پیش نظر رہتا۔ دُنیا کی مشقتوں اور مصیبتوں کو آخرت کے عذاب سے کئی گنا آسان سمجھتے تھے۔ ایک روز آپ نے ایک دکاندار سے انگور خریدنے چاہیے انگوروں میں سے ایک دانہ اٹھا کر نمونے کے طور پر کھا لیا۔ انگور خرید کر جب گھر آئے تو دل میں خیال گزرا کہ میں نے دکاندار کی اجازت کے بغیر ایک دانہ کھا لیا تھا۔ واپس ہوئے اور دکاندار سے دانہ بخشوانا چاہا اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا دس درہم لے کر بخش دے اس نے پھر انکار کیا یہاں تک کہ نو سو درہم وصول کرنے پر اس نے بخشا۔ اس پر دکاندار نے ہنس کر کہا کہ میں نے کیسے فریب سے اس قدر آپ سے روپیہ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کچھ بڑی بات نہ تھی اگر پھر بھی انکار کرتا تو میں پانچ ہزار روپیہ تک دینے کو راضی تھا ۱۱ۓ

حسن بن شفیق آپ کا قول نقل کرتے ہیں :

"مشتبہ ایک درہم لوٹانے سے میں یہ بہتر جانتا ہوں کہ ایک لاکھ سے سات لاکھ درہم تک صدقہ کر دوں"

اسی طرح آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی میں سو خصلتیں تو پرہیزگاری کی ہوں۔ جبکہ صرف ایک میں بد احتیاطی کرتا ہو تو وہ آدمی متقی نہیں ہو سکتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی طاعت سے کسی کو بلند مرتبہ پر لے جائے اور وہی خدا ہی ہے جو کسی کو ہلاکت میں ڈال دے۔[۱۲]

موسیٰ بن حماد سے روایت ہے کہ جب آپ ہمیں کتاب الزہد پڑھا رہے ہوتے تھے۔ تو آپ کی حالت اس بیل کی سی ہوتی تھی جس کو ذبح کیا جا رہا ہو۔[۱۳]

ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا ایک دوسرے آدمی کی زراعت میں چلا گیا۔ آپ نے اس گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا اور آئندہ اس پر سوار نہ ہوئے۔[۱۴]

قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا کہ ایک بات رہ رہ کے یاد آتی۔ اور میں دل ہی دل میں سوچتا کہ کس چیز نے اس آدمی کو ہم سے زیادہ فضیلت والا بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں اسے اس قدر شہرت حاصل ہو گئی ہے۔ اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، اگر وہ روزے رکھتا ہے تو ہم بھی روزے رکھتے ہیں، اگر وہ لڑائی میں حصّہ لیتا ہے تو ہم بھی لڑائی میں حصّہ لیتے ہیں اور اگر وہ حج کرتا ہے تو ہم بھی حج کرتے ہیں آخر ایک دفعہ جب ہم شام کی مسافت پر تھے اور ایک جگہ راستے میں رات پڑ گئی۔ پڑاؤ میں جب بتیاں گل کر دی گئیں۔ تو ہمارا ایک ساتھی کمرے سے چراغ اٹھا کر باہر نکل گیا، اور جا کر چراغ جلایا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کمرہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے اس وقت مجھے خیال ہوا کہ یہ خشیت ہی اس کی فضیلت کا سبب ہے شاید جب چراغ گل ہوا اور تاریکی ہو گئی تو انہیں قیامت کی ظلمت یاد آ گئی۔[۱۵]

حسن بن ربیع فرماتے ہیں :

دورانِ سفر غریب الوطنی کی حالت میں جب آپ کی حالت قریب الموت تھی۔ آپ کا ستو کھانے کو جی چاہا۔ لیکن اس وقت اور تو کہیں سے نہ ملے صرف قافلے کے

© rasailojaraid.com

حوالے اس کام میں جُت گئے، اور یہ معرکۃ الآراء کتاب بہت ہی خوبصورت لباس میں سامنے آگئی ۔

قرآن مجید ــــ ربِّ کائنات کی آخری کتاب ہے جسے رہتی دنیا تک باقی رہنا ہے، سابقہ کتب سماوی کی طرح ہر قسم کے حک و اضافہ، تغیر و تبدّل اور تحریف سے پاک یہ کتاب انسانیت کے لیے مشعلِ ہدایت ہے اور جملہ علوم و فنون کا منبع ۔ اس کے محافظ ربّ العزّت خود ہیں تو عالمِ اسباب میں اس کی حفاظت کے ایسے ایسے اطوار نظر آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ــــ حجاج بن یوسف جیسے خاص انتظامی امور کے ماہر انسان جس پر تاریخ کے حوالے سے بڑے بڑے الزام ہیں اس کلامِ الٰہی کی ایسی خدمت کر گئے کہ عالمِ اسلام کی گردنیں جذبہ عقیدت سے خم ہیں ۔

اس کلامِ مقدّس کی حفاظت کے یہ مختلف پہلو ہیں کہ اس کے الفاظ، رسم الخط، آدابِ تلاوت ـ الغرض ہر ایک کا ایک ضابطہ ہے اور اس ضابطے سے انحراف سراسر غلط گمراہی اور بدبختی کا سبب !

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور آخری رسول ــــ جس پر یہ نازل ہوا، اسے اس کی تلاوت اس طرح کرنے کا حکم دیا جیسے اس کا حق ہے لیکن آج دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اس طرح اس کی تلاوت کرتے ہیں کہ اس سے ایمان معرضِ خطر میں پڑ جاتا ہے ۔ مخارج کا خیال ہے نہ صفاتِ لازمہ کا ــــ وقف کی پہچان ہے نہ ابتدا کا تعارف ۔ حال یہ ہے کہ وقف و ابتدا کے حوالے سے ایک مستقل ضابطہ ہے جس کی پابندی لازم ہے ــــ قرآن کی ہر سطر میں آپ کو مختلف قسم کی علامات نظر آئیں گی جو وقف کے حوالے سے کام آتی ہیں ۔ ان میں سے بعض پر ٹھہرنا لازم ہے تو بعض پر غیر لازم، اور حسنِ تلاوت کے لیے ہی نہیں، سلامتی ایمان کے لیے بھی ان ضوابط کا اہتمام ضروری ہے ۔ لیکن کرتا کون ہے ؟

ایک زمانہ میں بالخصوص متحدہ ہندوستان میں بعض حضرات نے شدّت سے یہ فتنہ اٹھایا کہ آیاتِ الٰہی کے درمیان گول دائرہ کے نشان کے سوا باقی سب علامات بدعت ہیں، ہر چیز کو بدعت کہنے کا خبط بھی انسان کو کہاں لے جاتا ہے، اس وقت کے صاحبِ نظر علماء نے اس فتنہ کے سامنے بند باندھا اور حقیقتِ حال کی وضاحت کی، اس صورتحال کی بھی کتاب کے آخر میں وضاحت ہے اور دورِ قدیم و جدید کے بعض نامور علمی اداروں اور افراد کی تصریحات شامل کر لی گئی ہیں ــــ لیکن اصل کارنامہ عربی زبان کی ۸۰ سے زائد

(باقی صفحہ ۵۴ پر)